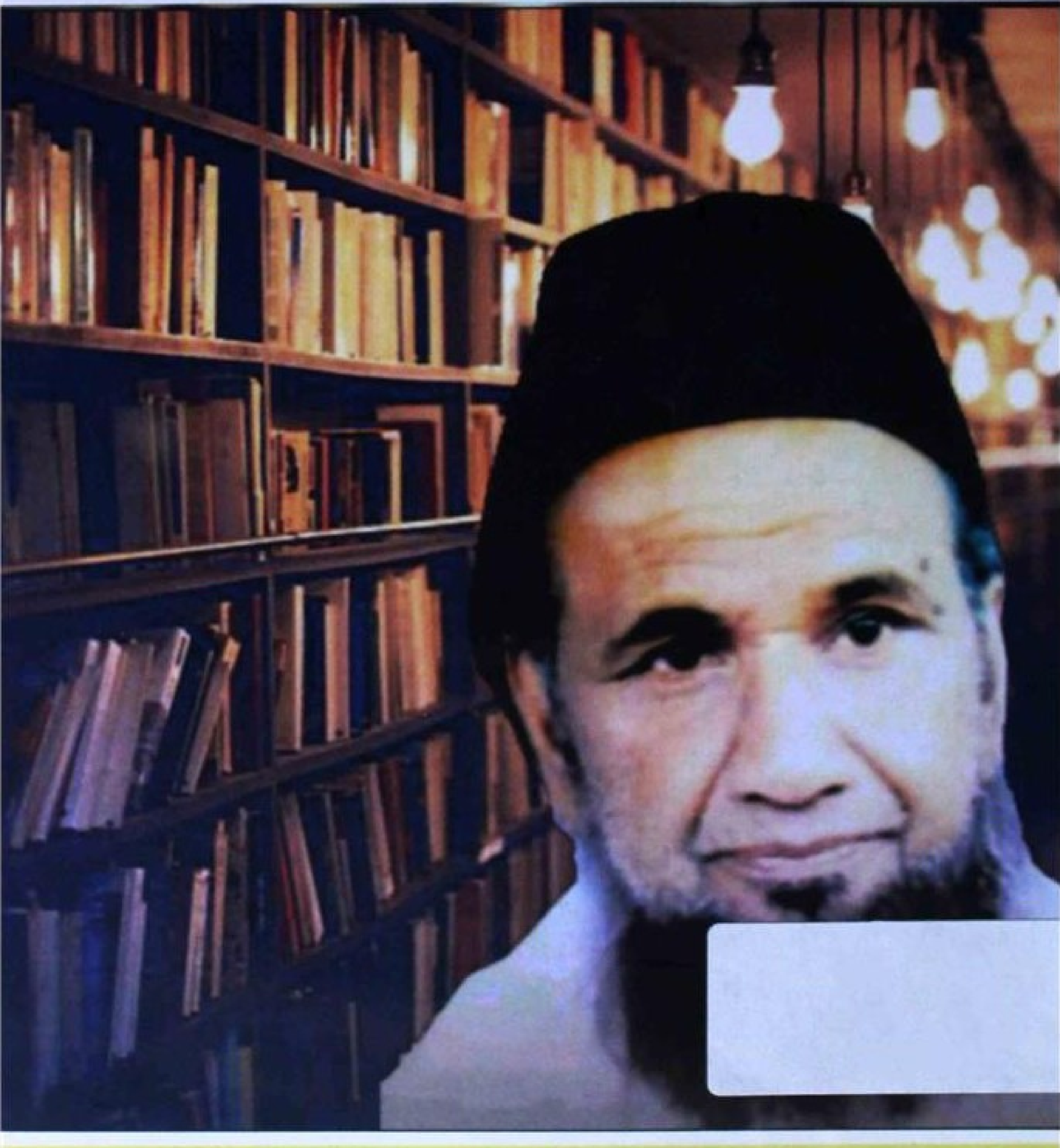
# مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی

## شخصیت کے چند پہلو اور نعتیہ کلام



محمد حفظ الرحمٰن

# مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی

## شخصیت کے چند پہلو

اور

## نعتیہ کلام

تحریر

محمد حفظ الرحمٰن

الفاظ پبلیکیشن، کامٹی
ALFAAZ PUBLICATION KAMPTEE

ISBN: "978-93-88093-17-0"

نام کتاب: مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی، شخصیت کے چند پہلو اور نعتیہ کلام

مصنف: محمد حفظ الرحمٰن

ناشر: الفاظ پبلی کیشن، کامٹی

قیمت: 90روپے

صفحات: 92

تعداد: 500

مطبع: وِدربھ ہندی اردو پریس، کامٹی

کمپیوٹر کمپوزنگ: احفاظ اختر

کمپوزنگ: محمد عتیق الرحمٰن

سرورق: ریحان کوثر

سن اشاعت: 2019ء

رابطہ/پتہ: محمد حفظ الرحمٰن، جی این روڈ، نیا گودام، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

ای میل:hifzurrahman1939@gmail.com

موبائل نمبر: 9890180636

ISBN

ملنے کا پتہ:

اشرف نیوز ایجنسی اینڈ بک ڈپو، گجری بازار، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

الفاظ پبلی کیشن اینڈ ودربھ ہندی اردو پریس، پھٹانا اولی کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

اُفق ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، معرفت سیکریٹری محمد عامر آفاق، نزد داروغہ مسجد وارث پورہ، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

# مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی

## شخصیت کے چند پہلو

اور

## نعتیہ کلام

تحریر

محمد حفظ الرحمٰن

ISBN: "978-93-88093-17-0"

| | |
|---|---|
| Book Name: | Maulana Mohammad Sayeed Ejaz Kamtvi<br>Shakhsiyat Ke Chand Pahloo Aur Natiya Kalam |
| Author: | Mohammad Hifzur Rahman |
| Publisher: | Alfaaz Publication |
| Prize: | 90/- |
| Pages: | 92 |
| Quantity: | 500 |
| Press: | Vidarbha Hindi Urdu Press, Kamptee |
| Computer<br>Composing: | Ahfaz Akhtar |
| Composing: | Mohammad Ateequr Rahman |
| Cover: | Rehan Kausar |
| Year of<br>Publication: | 2019 |
| Adress: | G.N. Road, Naya Godam, Kamptee 441001. Dist. Nagpur (M.S) Email: hifzurrahman1939@gmail.com<br>Mob. 9890180636 |

ISBN

Contect Us:

Ashraf News Agancy and Book Depot, Gujri Bazar, Kamptee
441001 Dist. Nagpur (M.S.)

Alfaaz Publication & Vidarbha Hindi Urdu Press, Phutana Oli,
Kamptee 441001 Dist. Nagpur (M.S.)

Ufaq Education & Welfare Society, C/o Secretary, Mohammad
Aamir Aafaq, Near Darogha Masjid, Waris Pura Kamptee 441001. Dist.
Nagpur (M.S.) Mob. 9730471127

والد مرحوم محمد سلیمان سلیم

اور

والدہ مرحومہ شاہدہ بی

کے نام

—— محمد حفظ الرحمٰن

# مشمولات

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرفِ آغاز

سن پچاس کی دہائی کے نصف دوم میں کامٹی اور اطراف میں شعر و شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ یہاں استاد شعراء کے علاوہ شاگرد شعرا بھی خاصی تعداد میں تھے۔ کلاسیکی لہجے میں کہنے والے اور اس سے ہٹ کر جدید لہجے میں کہنے والے شعراء بھی تھے۔ اُس وقت کے صفِ اوّل کے شعراء میں مولانا محمد سعید اعجازؔ بھی شمار کیے جاتے تھے۔ یہ کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ بہترین قاری تھے۔ ترنم میں غزلیں، نظمیں، گیت پڑھتے تھے۔ اپنی مترنم آواز سے پورے مجمع پر چھا جاتے تھے۔ غنائیت، ترنّم، بحروں کے استعمال میں نغمگی، طرزِ ادا، یہ سب مل کر انھیں مجسّم غزل بنا دیتے تھے۔ عوام مائک سے ہٹنے ہی نہیں دیتے۔ نہ صرف کامٹی بلکہ بڑے شہروں میں بھی ان کی خاصی پکڑ تھی۔ مقبولِ عام تھے۔ یہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا۔ نہایت خوب رو تھے۔ فنِ گفتگو کے ماہر تھے۔ جب وہ بولتے تو سننے والے سنتے ہی رہ جاتے۔ باصر سلطان کاظمی کا یہ قول مولانا صاحب پر پوری طرح صادق آتا ہے کہ

"ان کا لب و لہجہ روز مرّہ گفتگو کے اتنا قریب تھا کہ لگتا جیسے
نثر کو اوزان کا پابند کر دیا گیا ہو۔" (پہلی بارش۔ ص ۱۰)

بیرونِ ملک میں بھی اپنی علمیت، عالمیت، شاعری اور بالخصوص نعتیہ کلام کے باعث بے حد پسند کیے جاتے۔

۱۹۹۶ء میں ان کی وفات کے بعد ایک نئی نسل جوان ہو گئی ہے، جو مولانا محمد سعید اعجاز کی شخصیت اور کمالات سے تقریباً ناواقف ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر راقم الحروف نے ان کے بارے میں، حسبِ استطاعت، قلم اُٹھانا ضروری سمجھا۔

مولانا صاحب طویل سفر کے بعد واپس آتے یا کل ہند مشاعروں میں شرکت کے بعد کامٹی آتے تو اپنے ملاقاتیوں کو وہاں کے حالات سے ضرور واقف کراتے۔ وہاں کے دلچسپ واقعات اور بڑے لوگوں سے باتوں کا تذکرہ ان کی گفتگو کا جزوِ اعظم ہوتا۔ ملاقات ہونے پر، خرد ہونے کے باوجود، مجھے بہت سی باتیں اپنے دلچسپ انداز میں بتاتے۔ اب وقت کافی نکل گیا۔ یادیں دھندلا گئیں۔ بہت سی باتیں ذہن سے محو ہو گئیں۔ اس لیے یادوں کے نہاں خانے میں جو کچھ بچا ہے، اسے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ افسوس کہ مولانا صاحب کے قریبی لوگوں سے کچھ زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ کلکتہ سے شائع شدہ کتابچہ "اعجازِ رحمت" سے کچھ نعتیہ کلام ملا۔ غزلیہ کلام تک رسائی نہیں ہو سکی۔ سُنی سنائی غزلیں، نعتیہ کلام، وطنی نظمیں، گیت کئی لوگوں سے ملے، لیکن مصدقہ نہیں ہونے کے باعث انھیں اس مضمون میں شامل نہیں کیا گیا۔ بہر حال جو کچھ حاصل ہوا، پیشِ خدمت ہے۔ یہ ایک مختصر مضمون تھا۔ بات سے بات نکلتی گئی۔ اب یہ طویل مضمون ہو گیا۔ اس لیے اسے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا گیا۔ مولانا موصوف کی کچھ یادیں، کچھ باتیں کسی طور تو محفوظ ہو جائیں، یہی اس تحریر کا مقصد ہے۔

راقم شکر گزار ہے ڈاکٹر مدحت الاختر صاحب کے صائب مشوروں کا، ماسٹر اسرار احمد صاحب کا، جن کے توسط سے سعید اعجاز کا کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ کلام دستیاب ہوا۔ عزیز الرحمٰن سلیمان سلیم صاحب سے چند قطعات ملے۔ تحسین اعجاز اور

ماسٹر ریاض احمد صاحبان نے بھی کچھ ساتھ نبھایا۔ حسن طباعت کے لیے ریحان کوثر شکریے کے مستحق ہیں۔ نیز عزیزی محمد عامر آفاق کے عملی تعاون سے اس کتاب کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

محمد حفظ الرحمٰن

کامٹی (ناگپور)

مورخہ یکم نومبر ۲۰۱۸ء

☆☆☆

# مناجات

اے خدا صدقہ کبریائی کا
صدقہ اس نور مصطفائی کا
سیدھا رستہ چلائیو ہم کو
پیچ وخم سے بچائیو ہم کو
مرتے دم غیب سے مدد کیجو
ساتھ ایمان کے اٹھا لیجو
جب دم واپسیں ہو یا اللہ
لب پہ ہو لاالٰہ اِلا اللہ

——مولانا محمد سعید اعجاز

☆☆☆

# مولانا محمد سعید اعجاز کی زندگی کے چند پہلو

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی حشر سامانیوں سے متاثر ہو کر یو پی کے بے شمار خاندانوں نے ترکِ وطن ہی میں عافیت سمجھی اور قافلہ در قافلہ وسط ہند کا رُخ کیا۔ انھیں میں سے کچھ لوگ کامٹی میں آباد ہوئے اور ان کی آمد کے ساتھ ہی یہاں اردو شعر و سخن کی روایت کا آغاز ہوا۔ چونکہ کئی پُشتیں گزر جانے کے بعد بھی آج کے بیشتر شعرا وادبا اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں، اس لحاظ سے انھیں یوپی سے 'دور کی نسبت' ہے۔

محمد سعید اعجاز کی پیدائش ۱۹۳۲ء میں کامٹی میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام محمد اللہ تھا۔ یہ نہایت نیک اور وضع دار شخص تھے۔ موصوف کو دو اولادیں ہوئیں۔ محمد سعید اعجاز اور طاہرہ بی۔ اللہ کے فضل سے ان دونوں کو بھی کئی اولادیں ہوئیں۔ اعجاز کی زوجہ محترمہ کا نام عابدہ بی تھا۔ یہ حیات محمد کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان کے والد برادری اور علاقے کی سربر آوردہ شخصیتوں میں سے ایک تھے۔

اعجاز کے کئی بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے تحسین اعجاز ہیں۔ بر سر کار ہیں۔ دیگر بیٹے بھی معزز پیشوں سے لگے ہوئے ہیں۔

ناظرہ اور حفظِ قرآن کے سلسلے میں اعجاز نے حافظ محمد، حافظ مطیع الرحمٰن اور بعدہٗ حاجی محمد عثمان (پیش امام) سے استفادہ کیا۔ علم کی لگن اور شوق کے باعث، آگے کی تعلیم کے لیے ناگپور کے جامعہ عربیہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں جامعہ کے سربراہ مُفتی عبد الرشید خان فتح پوری تھے۔ عالم دین کی حیثیت سے پورے ہندوستان میں معروف تھے۔ یہاں فنِ قرأت اور تجوید سیکھی اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ کامٹی کے مولوی عبد الرحمٰن راہی ان کے ہم جماعت تھے، یہ بعد میں اچھے شاعر بن کر اُبھرے۔ اعجاز نے مولوی عالم کی سند ناگپور یونیورسٹی سے ۱۹۴۸ء میں حاصل کی۔ جامعہ عربیہ کی تقریب دستار بندی میں دستارِ فضیلت سے انھیں سربلندی ملی۔

طبیعت کا غالب رجحان دین کی طرف ہونے سے انھوں نے حضرت سید امام علی شاہ مجددی نقش بندی کا ہاتھ تھاما اور اِس سلسلہ طریقت سے جڑ گئے۔

غالباً ۸۱۔ ۱۹۸۲ء میں انھیں پہلی مرتبہ حج کعبۃ اللہ شریف کی سعادت نصیب ہوئی۔ لوگوں کی روایت کے مطابق، دینی جذبات سے مغلوب ہو کر، روضہ رُسولِ پاکؐ کی زیارت کرتے وقت، بے ساختہ ان کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

ان سے مل کر مجھے ہوا محسوس

ان سے ملنا بہت ضروری تھا

عاشقِ رسول پاکؐ نے کیا عمدہ بات کہی ہے۔ سبحان اللہ!

حفظ و قرأت کے حسین امتزاج نے مذہبی حلقوں میں ان کی ساکھ بڑھا دی۔ ان کی خوش الحانی کا چرچا دور دور تک ہونے لگا۔ یہ ان کی مذہبی شناخت تھی۔

اعجاز کی یادداشت بڑے غضب کی تھی۔ انتہائی خوش آواز تھے۔ قرآنِ پاک کی جب تلاوت کرتے تو ایسی خوش الحانی سے کرتے کہ سُننے والے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔ ان کے لحن، صوتی زیر و بم، طرز ادائیگی، تلفظ، سب مل کر ایک سماں باندھ

دیتے۔ رمضان المبارک کے آخری دو دنوں میں محلہ لکڑ گنج کی مسجد میں 'شبینہ' کا اہتمام برسوں سے کیا جاتا ہے۔ علمی و دینی مرتبے کے لحاظ سے، یہ دوسری شب میں اخیر کے دس پارے نماز تراویح میں سناتے۔ جب یہ مصلے پر کھڑے ہوتے کیا بوڑھے، کیا نوجوان، کیا بچے، سب مقتدی بن جاتے۔ پوری مسجد شبینہ کی نماز تراویح میں شرکت کی وجہ سے بھر جاتی۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ کلام پاک ایسے والہانہ انداز میں، آواز کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ، فن قرأت کی پوری پابندی کے ساتھ پڑھتے کہ سننے والوں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ دس پارے کب اور کیسے ختم ہوگئے۔ سب گویا مسحور سے ہو جاتے۔ واقعی مولا کے کرم سے، یہ اعجاز کا اعجاز ہی تھا۔

اعجاز ہر سال نماز تراویح رائے پور (مدھیہ پردیش) کی چھوٹا پارہ مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔ بیچ میں ایک آدھ سال کا وقفہ ہوسکتا ہے، وہ تقریباً تیس سال تک یہاں تراویح پڑھاتے رہے۔ ان کے حفظ کی پختگی، قرأت کا انداز اور آواز کا زیر و بم، سننے والوں کو مسحور کر دیتا۔ چنانچہ نمازِ تراویح میں مقتدیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں محاورۃً نہیں، حقیقتاً تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی۔ تراویح کے بعد ان کے معتقدین، ان سے دینی، معاشرتی اور دیگر مسائل سے متعلق رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ان کے گرد جمع رہتے۔ ہر معاملے میں، ہر پہلو پر غور و خوض کرنے کے بعد کوئی مشورہ دیتے۔ جو یقیناً صائب ہوتا۔ ان کی گفتگو، علمی و دینی تبحّر نے ان کو مقبولِ خلائق بنا دیا۔ ان کی ہر دل عزیزی کا یہ عالم تھا کہ ان سے ملاقات کے بعد کوئی انھیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ غلام قادر شامیانے والے ان کے معتقدین میں سے تھے۔ لہٰذا پورے رمضان، اعجاز کا قیام انھیں کے یہاں رہتا۔ اس علاقے میں جو مقبولیت اعجاز کو ملی، وہ شاید ہی کسی دوسرے عالم اور حافظ قرآن کو ملی ہوگی۔ یقیناً عزّت دینے والی ذات باری تعالیٰ کی ہی ہے۔

**ایک واقعہ:**

اتنے طویل عرصے تک ایک ہی مسجد میں تراویح کی نماز پڑھانا، بڑی بات سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ مولانا کو مزید آسائش اور سہولتوں کی پیش کش دوسرے بڑے شہروں اور مزید بڑی مسجدوں کے ذمہ داروں کی طرف سے ہوتی رہتی تھی۔ لیکن بوجوہ مولانا اس پیش کش کو قبول نہ فرماتے۔ ایک تو اس مسجد اور مصلیان سے لگاؤ، اور دوسرے ایک واقعے نے انھیں یہیں پر تراویح پڑھانے پر مجبو کر دیا۔ حالانکہ یہ مجبوری نہ تھی۔ بلکہ یہ سب بربنائے اخلاص تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ مولانا نے ایک مرتبہ یہ کہہ دیا کہ

"اگلے رمضان میں کسی دوسری مسجد میں تراویح پڑھاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی وہاں موجود ایک نوجوان مولانا کے قدموں پر گر گیا اور کہنے لگا کہ

"حضرت اگر آپ یہاں تراویح نہیں پڑھائیں گے تو میں کنویں میں کود کر خودکشی کرلوں گا۔"

مولانا اچانک اتنی بڑی بات سن کر سکتے میں آگئے۔ پھر تھوڑا سنبھالا لے کر کہا،

"اچھا بھائی میں یہیں تراویح پڑھاؤں گا۔ کہیں اور نہیں جاؤں گا۔"

مولانا نے اس واقعہ کو کامٹی کے کئی لوگوں سے کہا۔ اس بات کے گواہ آج بھی موجود ہیں۔

اب ان کے دوسرے وصف کی طرف آتے ہیں۔ حافظ قاری محمد سعید اعجاز فن گفتگو کے بھی ماہر تھے۔ جب بات کرتے تو مخاطب صرف سُنتارہ جاتا۔ اسے لگتا گویا کانوں میں رس گھولا جارہا ہے۔ مخاطب ان کی آواز، لفظوں کے انتخاب اور طرزِ گفتار سے اتنا مبہوت ہو جاتا کہ اسے کسی اور بات کا یارانہ رہتا۔ جب ان کی بات ختم ہوتی، تو وہ سوائے سبحان اللہ کے اور کچھ نہ کہتا۔

حاضر دماغ اور برجستہ گو تھے۔ دلیلیں ان کی نوک زبان پر رہتیں۔ فلسفہ اور

منطق اس پر مستزاد۔ اب مولانا کے آگے کون کیا کہتا۔ سب سنتے ہی رہتے۔ بیچ بیچ میں داد بھی دیتے۔ گفتگو کی مہارت نے انھیں مقبول عام بنادیا۔

موصوف شعلہ بیان مقرر تھے۔ ملنسار، خوش گفتار، خوش وضع، ملک گیر شہرت کے حامل تھے۔ اپنے مخصوص ترنم، خوش الحانی اور لفظوں کی موسیقیت کے باعث مشاعروں میں بہت پسند کیے جاتے۔

طبیعت موزوں تھی۔ عربی، فارسی اور اردو ادب وشاعری میں ان کی خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ شعری کاوشیں بھی جاری رہیں۔ ان کے پڑوس میں حافظ یار محمد انور رہا کرتے تھے۔ ابتدا میں شاعری میں انھیں کا تلمذ اختیار کیا۔ بعد میں کچھ عرصہ شاطر حکیمی سے بھی مشورہ رہا۔ اعجاز، تخلص اختیار کیا۔ موزونیٔ طبع کی وجہ سے جلد ہی اچھی اور دلنواز شاعری کرنے لگے۔

محمد سعید اعجاز نے جس زمانے میں شاعری کی ابتدا کی، اس زمانے میں قصیدہ پارٹیوں کا زور تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں، رمضان کی شان، عظمت اور برکات کے بارے میں شاعری کی جاتی تھی۔ یہ گویا 'رمضان کا قصیدہ' تھا۔ شہر کے کئی شاعر قصیدہ پڑھنے والی پارٹیوں کے لیے قصیدے لکھ کر دیا کرتے تھے۔ نوجوان شعرا کے ساتھ کہنہ مشق شعرا بھی انھیں اپنے کلام دیا کرتے تھے، ان میں سوز خضرائی، حنیف منظر، حافظ مضطر کے علاوہ دیگر شعرا بھی تھے۔ یہ بالعموم فلمی گانوں کی دھن پر لکھے جاتے تھے۔ ایک خوش گلو شخص پارٹی لیڈر ہوتا اور کئی آواز ملانے والے ساتھی ہوا کرتے تھے۔ قصیدہ پارٹی میں علاقائی طور پر انعامی مقابلے بھی کروائے جاتے تھے۔

محمد سعید اعجاز، کامٹی کی مشہور قصیدہ پارٹی، جو مقبول احمد سلیم کی پارٹی کہلاتی تھی، اس کے لئے قصیدے لکھ کر دیا کرتے تھے۔ عمومی شاعری کے علاوہ پوربی بھاشا

میں بھی کئی کامیاب قصیدے لکھے، جو انتہائی مقبول ہوئے۔ ان کی شاعری کا یہ انداز، لفظوں کے دروبست، بکل اتساہی کے گاؤں کے ماحول کے لوک گیتوں کے انداز کے ہوا کرتے تھے۔ بکل اتساہی اُس زمانے میں اتنے مشہور نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں انھوں نے شہرت پائی۔

اس کے بعد اعجاز نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ سلام لکھے، نعت لکھی، غزلیں لکھیں۔ بیرونِ کامٹی بڑے بڑے شہروں کے آل انڈیا مشاعروں میں شرکت کرنے لگے۔ غزلوں کے اشعار، ان کی مترنم دُھنیں، گلے کا سوز، آواز کا زیر و بم، سب ملا کر مشاعرہ لوٹ لیا کرتے۔ ان کی شہرت نے کامٹی کی شہرت میں چار چاند لگا دیے، ورنہ کامٹی جیسے چھوٹے سے 'قصباتی شہر' کو کون جانتا تھا۔ اعجاز اپنے پورے نام -- محمد سعید اعجاز کے ساتھ 'کامٹوی' کا لاحقہ ضرور لگاتے۔ یہ ان کی اپنے شہر سے محبت کی دلیل تھی۔

☆☆☆

# فصیح اللسان کا خطاب

مولانا محمد سعید اعجاز کئی فطری خوبیوں اور اوصاف سے متصف تھے۔ حافظ، قاری، شاعر، خطیب ان کے علاوہ اور بھی کئی خوبیاں قدرت نے انھیں ودیعت کی تھیں۔ انھیں ساری باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ اہالیانِ شہر نے ان کے اعزاز واکرام میں اعلیٰ سطحی تقریب کے اہتمام کا فیصلہ کیا۔ اس کے لیے استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔ اس میں شہر کی متقدر ہستیاں شامل تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ مولانا موصوف نے اپنی شاعری اور زور خطابت سے کامٹی کے نام کو ہندوستان میں مشہور کر دیا ہے، اس لیے ان کے شایانِ شان انھیں کوئی اعزاز دیا جائے۔ کمیٹی میں خاصی بحث اور تمحیص کے بعد طے پایا کہ علمی، دینی اور شعری خدمات کے پیش نظر انھیں کسی موزوں خطاب سے سرفراز کیا جائے۔

اس تجویز کے مدِ نظر طے کیا گیا کہ اہلی باغ میدان میں ایک عام جلسے کا اہتمام کیا جائے، جس میں تمام شہریوں سے شرکت کی درخواست کی جائے۔

چہاردہ صد سالہ جشن نزولِ قرآن کریم کا موقع تھا۔ اسی مناسبت سے ۱۱ ر فروری ۱۹۶۹ء بمطابق ۲۳ ر ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ اس تہنیتی تقریب کی تاریخ طے ہوئی۔

اس تہنیتی تقریب میں مولانا کی عوام میں مقبولیت کے باعث، گویا سارا شہر املی باغ میدان میں استقبال کے لیے جمع ہو گیا۔ مفتی عبدالرشید خاں صاحب فتحپوری کی صدارت میں جلسے کی کاروائی شروع ہوئی۔ ابتدا میں اس تقریب کی غرض وغایت بیان کی گئی۔ اور ضروری کاروائیوں کے بعد مولانا اعجاز کو جلسے / تقریب کو خطاب کرنے کے لیے مدعو کیا گیا۔ مولانا نے تقریباً رات کے گیارہ بجے سے اپنا بیان شروع کیا، لگاتار فن خطابت کے جوہر دکھاتے گل افشانیٔ گفتار کے جلوے بکھیرتے، علمی ودینی نکتوں سے عوام کے دل ودماغ کو مسحور کرتے ہوئے، بیچ بیچ میں شعری جواہر پارے لُٹاتے ہوئے تقریباً ساڑھے چار بجے خطابت کو ختم کیا۔

اس کے بعد انھیں "فصیح اللسان" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ واقعی مولانا اس خطاب کے لیے موزوں شخص تھے۔ ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اہالیانِ شہر نے ان کا اعزاز واکرام کر کے اپنے کو مفتخر کیا۔ دوسرے لفظوں میں شہر کامٹی نے اپنے انتہائی لائق ومقبول فرزندِ دلبند کو وہ سب کچھ دیا جو اس کے اختیار میں تھا۔ یہ واحد خطاب ہے جو اس کے بعد آج تک کسی کے نصیب میں نہیں آیا۔

شاباش! اعجاز معجز نما۔ اختتام جلسہ سے قبل ان کے حق میں یہ دعائیہ کلمہ کہا گیا کہ خدا ان کے لسانی اعجاز کو تا عمر قائم ودائم رکھے۔

ان کے دور کی چیزیں اب نایاب یا کم یاب ہوتی جارہی ہیں، اس لیے ان کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے جو خراج عقیدت، چاندی کی پلیٹ پر رقم کیا گیا تھا، اس کا عکس یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## خراجِ عقیدت

بخدمت عالیجناب حضرت مولانا قاری حافظ محمد سعید صاحب اعجاز کامٹوی

قطعہ تاریخ

## بہ سلسلہ خطاب فصیح اللسان

بموقعہ چہاردہ صد سالہ جشن نزولِ قرآن کریم

پیش کنندہ: ظہیر الحسن آغائی

اللہ رے یہ جشن نزول قرآن پاک — سرشار انبساط سے پیر و جواں ہوئے
ہیں صدر جلسہ حضرت عبدالرشید خاں — آمد سے جن کی بزم میں سب شاداں ہوئے
مفتیؔ وقت فخر اماثل خطاب ہیں — کتنے ہی جن کے فیض سے معجزبیاں ہوئے
اعجازؔ ہیں مقرر مدعوئے خاص و عام — ہر دل عزیز خلق ہوئے کامراں ہوئے
سینے میں ہے کلام خدالب پہ ذکر دیں — پھر حسن پر یہ حسن کہ شیریں زباں ہوئے

موصوف کو انیسؔ مبارک ہو یہ خطاب
فضلِ خدا سے آپ فصیح اللساں ہوئے

۱۹ ء ۶۹

۱۱ر فروری ۱۹۶۹ء — نتیجۂ فکر

۲۳ر ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ — بمقام املی باغ، نیا بازار، کامٹی — انیس آغائی، کامٹی

# بزرگانِ دین سے محبت

مولانا محمد سعید اعجاز اپنی طلاقتِ لسانی کے لیے مشہور تھے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں سے ان کا بلاوا آتا تھا، تقریر کرنے کے لیے۔ اعجاز، سیرت رسولؐ پر بہت عمدہ بیان دیتے۔ رسولِ پاکؐ کی زندگی کے واقعات کے بیان کے ساتھ، زمانے کے حالات سے مطابقت کر کے اس طرح اپنے بیان کو مزین کرتے کہ سامعین کے دل و دماغ روشن ہو جاتے وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ اِس سے پہلے تو انھوں نے اِس پہلو پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ واقعات کا بیان، موجودہ زندگی سے تقابل اور پھر برمحل اشعار کا استعمال ان کے بیان کے جزوِ اعظم ہوا کرتے تھے۔ جو سنتا، ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ اِس طرح یہ اپنے بیانات اور اندازِ فکر کی وجہ سے دنوں دن مقبولیت کی سرحدیں پار کرتے گئے۔

تقریباً ۹۔۱۰ سال، قریش نگر، کرلا میں ماہ ربیع الاوّل میں سیرت پر تقریریں کیں۔ اپنی ان تقریروں کی وجہ سے اطراف کے علاقوں میں مقبول ہوتے گئے۔ اس کے بعد یہ ہوا کے مذکورہ ماہ کے علاوہ دیگر مہینوں میں الگ الگ موضوع پر تقریر کرنے کے لیے انھیں مدعو کیا جاتا رہا۔

بنگلور میں بھی سیرت کے جلسوں میں ان کی شرکت خصوصی مقرر کی حیثیت سے ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ بنگلور میں ملکی سطح پر سیرت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان اور دیگر ممالک کے علماء نے بھی شرکت کی تھی۔ اعجاز کی اپنی شہرت اور علمی و دینی مرتبے کے لحاظ کی وجہ سے انھیں بھی اس میں خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔ انتہائی جیدّ علماء کی موجودگی میں انھوں نے سیرت رسولِ پاکؐ کے تعلق سے جو باتیں بیان کیں، وہ دوسرے علماء کی باتوں اور بیانات سے الگ تھیں۔ بس پھر کیا تھا، اختتام پر تحسین کی آوازیں ہر چہار طرف سے گونجنے لگیں۔ تقریر کے بعد پاکستان کے علماء نے ان سے ملاقات کی، اور بڑے اچھے تاثر کا اظہار کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مولانا! ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ ہندوستان میں آپ جیسا فصیح البیان مقرر بھی ہو سکتا ہے، جو سامعین کے دلوں کو چھو لے۔ مولانا کہتے تھے کہ اُن حضرات کے کلمات آج بھی میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔

مولانا محمد سعید اعجاز کو اولیاء اللہ سے محبت، عقیدت اور ارادت مندی بچپن ہی سے تھی۔ جہاں اور جس مقام پر اولیائے کبار کے آستانے ہوتے، موقع ملتا تو ضرور حاضری دیتے۔ اور اگر طبیعت حاضر ہوتی تو ان کی شان میں دو ایک شعر بھی کہہ دیتے۔ جو یقیناً ان کی بیاض میں محفوظ ہوں گے۔

ناگپور میں حضرت تاج الاولیاءؒ کے آستانے پر حاضری ان کے معمول میں تھی۔ جب بھی مسافرت سے وقت ملتا، یہاں آجاتے۔ اچھا خاصا وقت گذارتے۔ دعا، اذکار میں مصروف رہتے۔ موقع بموقع حاضرین و زائرین سے تخاطب فرماتے۔ حضرتؒ کے عرس مبارک کے موقع پر خصوصی طور پر ۲۶؍ محرم الحرام کو بیرون ناگپور کے پروگرام کو تقدیم و تاخیر کے عمل سے گزار کر، یہاں کی حاضری کو اولیت دیتے۔ ہزاروں زائرین اور عقیدت مند اِس تاریخ کو مولانا محمد سعید اعجاز کی، حضرت تاج

الاولیاءؒ کی سوانح، فرمودات، عادات وخصائل، کرامات کے بارے میں باتیں سننے کے لیے منتظر رہتے۔ جب مولانا اپنا خطاب شروع کرتے تو سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ مولانا کی خطابت، ان کا زورِ بیان، دینی شعائر کی تبلیغ واشاعت، حضرت تاج الاولیاء کی سوانح، ان کے عادات وخصائل کا تذکرہ اور بیچ بیچ میں ان کی کرامات کی تفصیل، کل ملاکر کچھ ایسا سماں بن جاتا کہ سامعین اپنی جگہ سے اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ اُٹھنے کے بعد مولانا کی تقریر کے اثرات اپنے گھروں تک لے جاتے۔ ان کی دل کو چھولینے والی باتیں، ایک دوسرے کو سناتے اور ایمان کو تازہ کرتے۔ جو ایک مرتبہ ۲۶ر محرم کو ان کی تقریر سن لیتا، وہ دوسرے سال بھی یہاں آنے کا عزم کرتا۔ شاید یہ مولانا کی سحر البیانی اور حضرت تاج الاولیاءؒ کے روحانی فیوض کے اثرات کا نتیجہ ہو۔ بیس سال سے زائد عرصے تک جناب اعجاز نے اس آستانے پر تقریر وخطابت کی صورت میں حاضری دی۔

کامٹی میں حضرت عبداللہ شاہؒ کے سالانہ عرس کے موقع پر ۲۰ر محرم الحرام کو مولانا محمد سعید اعجاز کی تقریر ہوتی۔ معتقدین، دربار میں حاضری کے ساتھ مولانا اعجاز کی فصیح البیانی سے اپنی سماعتوں کو بہرہ ور کرتے۔ مولانا کا جوش خطابت، دینی وایمانی باتیں، حضرت عبداللہ شاہؒ کا تذکار، روحانی فیوض کا تذکرہ معتقدین وحاضرین کے دلوں کے تار کو جھنجھنا دیتے۔

جس طرح حضرت تاج الاولیاءؒ کے عرس میں حاضری وخطاب عام کے لیے، دوسرے اسفار وکاموں کو موئخر کرکے یہاں حاضری کو ترجیح دیتے، اسی طرح حضرت عبداللہ شاہؒ کے عرس کے موقع پر بھی اپنے اوقات کو خصوصی طور پر فارغ کرتے، دربار میں حاضری دیتے اور اپنی خوش نوائی اور طلاقت لسانی سے سب کے دلوں کو موہ لیتے۔ ناگپور اور کامٹی کے درباروں میں حاضری کے موقع پر مناجات منقبت اور

سلاموں کا نذرانہ ایسے والہانہ انداز میں پیش کرتے کہ حاضرین مجلس کے دل ودماغ روشن ہو جاتے۔ ان کی خوش الحانی ایسا سماں باندھ دیتی گویا، "چمن چمن نکھر گیا، روش روش سنور گئی"، والی بات ہو جاتی۔

☆☆☆

# نعتیہ شاعری کا ذکر

مولانا محمد سعید اعجاز کی شخصیت کی مختلف جہات کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ہو چکا ہے۔ اب ان کی شعری کائنات کا کچھ ذکر ہو جائے۔

مولانا محمد سعید اعجاز کی شخصیت بڑی دیدہ زیب تھی۔ خوبصورت کھلتا ہوا چہرہ، چہرے پر ترشی ہوئی داڑھی، درمیانے سے نکلتا ہوا قد، چال متانت بھری، آواز تو وہ جادو بھری کہ جو سنے سنتارہ جائے۔ یوں کہا جائے تو پورا سراپا شاعرانہ، اگر شیروانی زیب تن کئے ہوں تو سراپا عالمانہ۔ خوش لباسی کے بارے میں جو کہا جائے، کم ہے۔ حافظ، قاری، عالم، شاعر، خطیب، دانش ور اور نہ جانے کیا کچھ ان کی شخصیت میں سمایا ہوا تھا۔ کثیر جہت شخصیت کے مالک، ممتاز اور مقبولِ خاص وعام انسان تھے۔ شاعری اور شعریات کے تعلق سے مولانا محمد سعید اعجاز کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ لیکن ضروری مواد کی عدم دستیابی کے باعث ان کا حق نہیں ادا کیا جاسکتا۔ پھر بھی تنگئ دامن کے باجود کوشش ہے کہ دستیاب مواد سے ان کی شعری کائنات کی سیر کر لی جائے۔

نعتیہ شاعری مولانا محمد سعید اعجاز کی جملہ شاعری کی اساس ہے۔ انھوں نے عمدہ مناجات، سلام، نعت، قطعات کے علاوہ گیت اور غزلیں بھی خوب لکھی ہیں۔ وطن سے

محبت کے اظہار کے طور پر حُبِّ وطن پر نظمیں لکھی ہیں۔ غرض تقریباً ہر صنف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن نعتیہ شاعری ان کی پہچان ہے۔ پورے ملک میں اپنی نعتوں اور سلاموں کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ عشقِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کی رگ رگ میں پیوست تھا۔ کلام کی پاکیزگی، خیالات و جذبات کی وارفتگی، احساس و محسوسات کی بلندی انھیں دیگر شعرا سے ممتاز کرتی ہے۔ ان کے کلام کی الگ الگ خصوصیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، طوالت کا لحاظ کیے بناء، اِن موصولہ شعری نگارشات کو جوں کا توں یہاں نقل کیا جارہا ہے، تاکہ فی الوقت، یہ باقی بچا کلام کم از کم محفوظ تو ہو جائے۔

☆☆☆

# نعتیہ کلام

# سلام

## در بارگاہِ سید الانامؐ

لیجئے میرا سلام    اے خدا کے رسول

دست بستہ ادب سے کھڑے ہیں غلام
پیش کرتے ہیں آقا صلوٰۃ وسلام
اب سلامِ عقیدت کو کیجئے قبول

لیجئے میرا سلام    اے خدا کے رسول

رُوئے انور میں ہے معنئ والضحیٰ
زلفِ اطہر ہے واللیل کا ترجمہ
یعنی قرآن پڑھتی ہے شکلِ رسول

لیجئے میرا سلام    اے خدا کے رسول

سر میں جنت کے پھولوں کا سودا نہیں

میرے دل کے مکاں کا بنا ہے مکیں

آمنہ کے گلستاں کا خوش رنگ پھول

لیجئے میر اسلام     اے خدا کے رسول

جینا مشکل ہے مرتے ہیں مجبور غم

خستہ حالوں پہ کیجے نگاہِ کرم

اے رسولوں میں سب سے معظم رسول

لیجئے میر اسلام     اے خدا کے رسول

اے حبیب خدا شاہ عالی مقام

اے زمانے کے والی رسولِ انام

نذر کرتا ہے اعجازؔ با احترام

یہ سلاموں کی ڈالی درودوں کے پھول

لیجئے میر اسلام     اے خدا کے رسول

☆☆☆

# الصلوٰۃ والسلام

الصلوٰۃ والسلام اے نبی اقصامقام السلام
برگ و شجر میں شمس و قمر میں
لعل و گہر میں آپ ہیں آپ ہیں
رحمت یزداں زیست کے عنواں
درد کے درماں آپ ہیں آپ ہیں
دامان رحمت سے دور
جینے پر ہم ہیں مجبور
رحمتِ یزداں زیست کے عنواں
درد کے درماں آپ ہیں آپ ہیں
ہیں کھڑے سارے غلام لیجئے سب کا سلام
الصلوٰۃ والسلام اے نبی اقصامقام السلام

رہبر اعظم نور مجسم
آپ کا عالم کیا کہیے کیا کہیے
قامتِ زیبا روئے مصفّا
حُسن میں یکتا کیا کہیے کیا کہیے

آپ کا جلوہ، جلوۂ حق!
باطل کا چہرہ ہے فق

رحمتِ یزداں زیست کے عنواں
درد کے درماں آپ ہیں آپ ہیں
اک نظر سوئے غلام لیجئے سب کا سلام

الصلوٰۃ والسلام اے نبی اقصا مقام السلام

اے شہِ ذی شاں عظمت انساں
آپ پہ نازاں صل علیٰ صل علیٰ
خلق میں شامل، حق سے بھی واصل
رحمتِ کامل صل علیٰ صل علیٰ

آپ کا مشرب کیا کہنا
آپ کا منصب کیا کہنا

☆☆☆

# دامنِ مصطفیٰ

مل گیا کعبۂ مدّعا مل گیا
نقش پائے حبیبِ خدا مل گیا

بے خودی کا مکمل صلہ مل گیا
خو د کو کھویا تھا مجھ کو خدا مل گیا

میری فرقت کی شب ہائے تاریک کو
زلفِ محبوب سے سلسلہ مل گیا

کوئی دیکھے عقیدت کے فیضان کو
یا نبی کہتے کہتے خدا مل گیا

مفت خلدِ بریں بھی ملے تو نہ لوں
ان سے مل کر خدا جانے کیا مل گیا

اُن کے در پر جو پہنچا قضا آگئی
عمر بھر کی وفا کا صلہ مل گیا

جس سے روشن ہے دُنیائے انسانیت
آمنہ کا وہ نورِ خدا مل گیا

سر چھپانے کو اعجازؔ جاتے کہاں
خیر سے دامنِ مصطفیٰ مل گیا

☆☆☆

# نعتِ مصطفیٰ

قلبِ کائنات میں اُن کی بات اُتر گئی
مصطفیٰ جدھر گئے کائنات اُدھر گئی

آمدِ نبی کا یہ معجزہ تو دیکھیے
تیرگی سمٹ گئی روشنی بکھر گئی

مصطفیٰ کی بزم نے علم مجلسی دیا
خامشی سنور گئی گفتگو نکھر گئی

خرام باغِ طیبہ کا کس قدر ہے کیف زا
جب صبا اُدھر گئی جھوم جھوم کر گئی

منزلِ مدینہ کے فیض کا تو ذکر کیا
راستوں کی گرد سے زندگی نکھر گئی

موت اس کی راہ میں آئی آکے مر گئی
بخششِ مصطفیٰ میں یہ زندگی سنور گئی

نعتِ مصطفیٰ کا یہ اے سعیدؔ ہے کرم
زندگی تو زندگی عاقبت سنور گئی

☆☆☆

# سلام

سلام شہر مدینہ کے تاجدار سلام
ہزار بار درود و ہزار بار سلام

سلام کہتی ہے امّت سلام لو آقا
زراہِ لطف وعنایت جواب دو آقا

تمہاری ذات گرامی پہ بیشمار سلام
سلام شہر مدینہ کے تاجدار سلام

عطا ہو صدقہ ہمیں صبر وشکر والوں کا
عطا ہو صدقہ ہمیں فاطمہ کے لالوں کا

ملے جواب کہ کہتے ہیں غمگسار سلام
سلام شہر مدینہ کے تاجدار سلام

تمھارے در کے غلاموں کی بس یہی ہے پکار
تمہیں ہو راحتِ جاں اور تمہیں ہو دل کا قرار

بس اب قبول ہو محبوب کردگار سلام
سلام شہر مدینہ کے تاجدار سلام

کھلائیے دل اعجازؔ کی کلی سرکار
تمہارے شہر کی دیکھوں کبھی گلی سرکار

سلام گلشنِ فردوس کی بہار سلام
سلام شہر مدینہ کے تاجدار سلام

☆☆☆

# سلام

اے حبیب احمد مجتبیٰ دلِ مبتلا کا سلام لے
جو وفا کی راہ میں کھو گیا اسی گمشدہ کا سلام لے

میں طلب سے باز نہ آؤں گا تو کرم کا ہاتھ بڑھائے جا
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
جو ترے کرم سے ہے آشنا اسی آشنا کا سلام لے

ترے آستاں کی تلاش میں تری جستجو کے خیال میں
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
جو لٹا چکا ہے متاعِ دل اسی بے نوا کا سلام لے

کوئی مر رہا ہے بہشت پر کوئی چاہتا ہے نجات کو
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
میں تجھی کو چاہوں خدا کرے مری اس وفا کا سلام لے

ترے غم نے مجھ کو پناہ دی ترے غم سے مجھکو ہے واسطہ
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
مرے آنسوؤں کی زبان سے دلِ غم نوا کا سلام لے

مری حاضری ہو مدینے میں ملے لطف مجھ کو بھی جینے میں
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
ترا نور ہو مرے سینے میں میری اس دعا کا سلام لے

وہ سعیدؔ خستہ و بے نوا وہ قتیل تیغ فراق کا
اے شہ زمن دل وجانِ من اے سراپا رحمتِ ذوالمنن
جسے شوق ہے تری دید کا اسی غمزدہ کا سلام لے

☆☆☆

# نعت شریف

بے خودی میں درِ مصطفیٰ پر، جھک گیا سر، جھکا یا نہیں ہے
یہ نمازِ محبت ہے ناداں ،یہ عبادت کا سجدہ نہیں ہے

ہر عمل بے نیاز صلہ ہے ،دل میں کوئی تمنا نہیں ہے
جب سے دیکھا ہے باغِ مدینہ ،سر میں جنت کا سودا نہیں ہے

حق تعالیٰ نے معراج کی شب، مصطفیٰ کو کیا یوں مخاطب
آپ دیکھیں مجھے بے تکلف ،آپ سے کوئی پردہ نہیں ہے

معجزانہ کرم کے تصدق،اس انوکھی عنایت کے قرباں!
سرپہ امت کے سایہ ہے لیکن، جسم انور کا سایہ نہیں ہے

کوئی کچھ اور سمجھے تو سمجھے، ہم وجود و عدم کو یہ سمجھے
ان کے جلووں سے دنیا کے جلوے، وہ نہیں ہیں تو دنیا نہیں ہے

لو خبر میری معراج والے، اے حجازی نبی تاج والے
ورنہ اغیار دیں گے یہ طعنے، کوئی دنیا میں میرا نہیں ہے

آستانِ محمدؐ پہ جاکر، جان دینی تھی اعجازؔ دے دی
شکر ہے اب محبت کا کوئی، میرے ذمّے فریضہ نہیں ہے

☆☆☆

# تجلی شہِ رسل

تجلی شہِ رسل، فضاؤں میں بکھر گئی
اُنہیں کو دیکھتے رہے جدھر جدھر نظر گئی

متاعِ دوجہاں ملی، سکوں ملا، خدا ملا
درِ حبیب کیا ملا کہ زندگی سنور گئی

سحر کو نور دے گئی، گلوں میں رنگ بھر گئی
وہ اک نگاہِ التفات، کتنا کام کرگئی

خرام نازشاہِ دیں بھی، کیا سکوں نواز ہے
چلے تو کائنات کی، ہر ایک شئے ٹھہر گئی

جمال اُن کے نقشِ پا کا، مجھ پہ پھر عیاں ہوا
حُدودِ مہر وماہ سے بھی، آگے جب نظر گئی

دیارِ مصطفیٰ کی سمت، لے چلی ہے بے خودی
خیال ہمسفر گیا، تلاش راہبر گئی

اعجازؔ خوش نوا نے کیا، سُنائی نعتِ مصطفیٰ
چمن چمن نکھر گیا، روش روش سنور گئی

☆☆☆

## نعلینِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم

ہم نے تو وسیلہ سے مقصودِ نظر جانا
محبوب کی چوکھٹ ہے، اللہ کا گھر جانا

نعلین محمد کے، نظارے پہ شیدا ہیں
ہم نے یہی انداز معراج نظر جانا

ہیں محوِخرام آقا، اب میرے تصور میں
اے عمرِرواں میری، للہ ٹھہر جانا

بس عشقِ محمد کے، شانے کی ضرورت ہے
مشکل نہیں گیسوئے دوراں کا سنور جانا

ملاّح بھی ہے اپنا، اللہ بھی ہے اپنا
اے اہلِ سفینہ تم، طوفاں سے نہ ڈر جانا

مرنا بھی ہے جی جانا، اعجازؔ مدینہ میں
اور دور مدینہ سے جینا بھی ہے مرجانا

☆☆☆

# بارشِ نور

بزمِ کونین میں اُن کا ثانی کہاں ، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے
کون اُن کے سِوا رحمتِ کُل جہاں کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

اللہ اللہ کیا اختیار ات ہیں ، کلمہ پتھر پڑھے، سورج اُلٹے پھرے
اُن کے زیرِ نگیں یہ جہاں ، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

جانبِ عرش جس دم چلے مصطفیٰ بارشِ نور سے دُھل گئی کُل فضا
مسکرانے لگی محفلِ کہکشاں ، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

انبیاء اولیاء اتقیاء، اصفیاء ، اہلِ دل ، اہلِ دیں ، اہلِ صدق وصفا
کملی والے پیمبر کے سب مدح خواں، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

جس کو دیکھا وہ ایمان والا بنا، جس کو تاکا وہ اللہ والا بنا
اک نگاہِ کرم سے سنوار اجہاں ، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

قبر میں، حشر میں، ہر جگہ ساتھ ہیں، ہو کوئی مرحلہ وہ، مرے ساتھ ہیں
جسم بے سایہ ہے، اور ہیں سایہ کناں، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

اپنا اعجاؔز کہہ کر پکارا مجھے داورِ حشر نے بخشوایا مجھے
مجھ سے مجرم کو کملی میں دیدی اماں، کملی والے پیمبر کی کیا بات ہے

☆☆☆

# آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

نقش قدم سرور عالم سے قریں ہے
اب میری جبیں، میری جبیں، میری جبیں ہے

گیسو جو ہیں واللیل تو والشمس جبیں ہے
سرکار کی صورت ہے کہ قرآنِ مبیں ہے

مسجود کا محبوب جسے کہیے یہیں ہے
طیبہ کی زمیں سجدہ گہ اہل یقیں ہے

کعبہ کی طرف سارے زمانے کی توجہ
اور کعبہ کا رُخ جانبِ شاہِ دیں ہے

ہر ذرّے کو مرکز سے ہوا کرتی ہے نسبت
آقائے مدینہ ہیں جہاں دل بھی وہیں ہے

بے مثل تھا، بے مثل ہے، بے مثل رہے گا
آئینۂ وحدت کا وہ اک نقش حسیں ہے

رُتبہ کوئی کیا جانے گا سرکار کے در کا
جب آپ کے تلوؤں کے تلے عرشِ بریں ہے

اعجاز مجھے نعمتِ کونین ہے حاصل
اب مالکِ کونین مِرے دل میں مکیں ہے

☆☆☆

# آمنہ کا چمن

نور احمد کے صدقے گل و یاسمن
کتنا سرسبز ہے آمنہ کا چمن
شیخ کو خُلد سے، مجھ کو اُن سے لگن
اپنی اپنی رَوِش، اپنا اپنا چلن
وقت کی بات تھی ہوگئی ہو گئی
ورنہ میں اور حبیبِ خدا کا وطن
گلستانِ نبوت کا کہنا ہی کیا
پھول جنت کے ہیں جب حُسین وحَسَن
بے خودی میں انہیں کو پکارا کیا
ایک مرکز پہ ہے میرا دیوانہ پن
عشق اعجازؔ شرکت کا قائل نہیں
یا محمد کا بَن، یا زمانے کا بن

☆☆☆

# زینت عرش عُلیٰ

چاند کا کام چمکنا ہے وہ چمکے گا، مگر، آج کی رات کہاں
پھول کا کام مہکنا ہے، وہ مہکے گا، مگر آپ کی بات کہاں

اے حبیب دوسرا آپ کی تمثیل نہیں
ذاکرِ غارِ حرِا آپ کی تمثیل نہیں

زینتِ عرشِ عُلیٰ آپ کی تمثیل نہیں
مظہر ذاتِ خدا، آپ کی تمثیل نہیں

آپ کی مدح کروں ، یہ میری اوقات کہاں
چاند کا کام چمکنا ہے وہ چمکے گا، مگر آج کی رات کہاں

دل پہ ہر نیک شب و روز کا پڑتا ہے اثر
لیلۃ القدر کی عظمت مرے سر آنکھوں پر

عیدِ قرباں بھی ہے روحانی مسرّت کی سحر
عید و رمضاں کی خوشی بھی مجھے تسلیم مگر

عیدمیلاد میں جو بات ہے وہ بات کہاں
چاند کا کام چمکنا ہے وہ چمکے گا مگر، آج کی رات کہاں

ذرّے ذرّے کو ملی حُسنِ خیرات ضرور
حُسن کے فیض سے ہے سارا زمانہ معمور

دامنِ برق کو قدرت نے کیا ہے پُرنُور
مہ و انجم بھی چمکنے کو چمکتے ہیں ضرور

آپ کے چہرۂ انور کی مگربات کہاں
چاند کا کام چمکنا ہے وہ چمکے گا مگر، آج کی رات کہاں

مدح کا مجھ کو سلیقہ ہے نہ کوئی انداز
اور نہ افکار و تخیل کو ملی ہے پرواز

جرأتِ نعت نگاری بھی ہے تیرا اعجازؔ
ورنہ میں کچھ بھی نہیں اے مرے سرکارِ حجاز

آپ کی ذات کہاں اور میری بات کہاں
چاند کا کام چمکنا ہے وہ چمکے گا مگر، آج کی رات کہاں

☆☆☆

## عزمِ بیت اللہ

ہر مراد زندگی پانے چلے
جانبِ محبوب دیوانے چلے

دیکھنے کو شمع طیبہ کا فروغ
ہند سے جانباز پروانے چلے

جلوہ گاہِ مصطفیٰ کی جوت سے
شیشۂ ہستی کو چمکانے چلے

جن کی خوشبو سے معطر ہے جہاں
ان کے دامن کی ہوا کھانے چلے

مصطفیٰ کے آستانِ ناز پر
لے کے جان ودل کے نذرانے چلے

دیکھنے کو گنبد خضرا کی چھاؤں
گنبد خضریٰ کے دیوانے چلے

ہائے ان کی حسرت طیبہ رہی
جانے والوں کو جو پہنچانے چلے

جانے والوں کی خوشی اعجازؔ دیکھ
ہو کے ہر اک غم سے بیگانے چلے

☆☆☆

# جمالِ گنبد خضرا

نہ کہکشاں نہ ثریا کی بات کرتے ہیں
جمال گنبد خضرا کی بات کرتے ہیں

یہاں تو قامتِ آقا کی بات کرتے ہیں
وہ اور ہوں گے جو طوبیٰ کی بات کرتے ہیں

لبِ صداقت صدّیق سے یہ راز کُھلا
جو حق پرست ہیں آقا کی بات کرتے ہیں

زمیں پہ لالہ و گل آسماں پہ ماہ و نجوم
سب ان کے چہرۂ زیبا کی بات کرتے ہیں

ہمارا جذبۂ دل اب نہیں بقید مکاں
کوئی مقام ہو طیبہ کی بات کرتے ہیں

بنامِ ذکر جناں مصطفیٰ کے دیوانے
بہار گلشن طیبہ کی بات کرتے ہیں

سخنوروں میں وہی تاجدار ہیں اعجازؔ
جو اُن کے نقش کفِ پا کی بات کرتے ہیں

☆☆☆

# مدینے کا چاند

مجھے اپنے غم سے نواز کر مری الجھنوں کو مٹا دیا
مرے کملی والے نے جو دیا بخدا طلب سے سوا دیا

درِ اولیائے کرام نے مجھے معرفت کا پتہ دیا!
مرے خواجہ نے مرے غوث نے مجھے مصطفیٰ سے ملا دیا

یوں بسر حیاتِ وفا ہوئی یوں نمازِ شوق ادا ہوئی
جہاں نقش پائے نبی ملا وہیں ہم نے دل کو جھکا دیا

وہ ہوں الجھنیں کہ مصیبتیں مرے دل کے حق میں ہیں راحتیں
میں نثار پیارے رسول کے مجھے غم میں ہنسنا سکھا دیا

اِدھر آؤ وقت کی گردشو! مرے دل میں آکے پناہ لو
غمِ عشقِ شاہِ حجاز نے مرے حوصلوں کو بڑھا دیا

مٹی دل سے فکر نجات کی، ملی موت سے مجھے زندگی
مری قبر خُلد سے بڑھ گئی کہ نبی نے جلوہ دکھادیا

یہ سعیدؔ ادنیٰ سا معجزہ ہے مرے مدینے کے چاند کا
کسی ذرّے پر جو نگاہ کی اُسے رشکِ ماہ بنادیا

☆☆☆

# نعت

یہ جان کر جان دے رہا ہوں کہ جان دینے میں زندگی ہے
درِ نبیؐ پر جو مر رہا ہوں اُسی میں میری سلامتی ہے

ہر ایک نبی کا وہ مقتدا ہے ہر اِک نبی اُس کا مقتدی ہے
نبی ہیں دنیا میں اور لیکن مرا نبیؐ پھر مرا نبیؐ ہے

حبیبؐ کے ذکر میں ہے شامل ذبیح کے معجزے کی برکت
قلم سے زم زم ٹپک رہا ہے کبھی جو نعتِ نبیؐ لکھی ہے

مہک سے دامن بھرا گلوں نے چمک سے سورج نے بھر لی جھولی
ولادتِ مصطفیٰؐ کے صدقے سبھی کو خیرات مل رہی ہے

کُھلا ہے دروازۂ شفاعت برس رہی ہے خدا کی رحمت
یہ کس نے محشر میں سر جھکایا گناہ گاروں کی بن گئی ہے

یہ اُن کا طرزِ کرم نوازی یہ دلنوازی یہ غم نوازی
وہیں اٹھی ہے نگاہِ رحمت ذرا جو آنکھ نم ہوئی ہے

میں جب سے آقا کی راہ میں ہوں میں جب سے ان کی پناہ میں ہوں
میں جب سے ان کی نگاہ میں ہوں تو زندگی میری زندگی ہے

تڑپ، کسک، درد، یاس، حرماں، خلش، فغاں، اشک، آہ، نالہ
جو ہجرِ طیبہ میں جی رہے ہیں، یہ اُن کا عنوانِ زندگی ہے

چلا جب اعجازؔ پیشِ داور تو دیکھتے ہی جنوں کے تیور
پکار اٹھے سب اہلِ محشر محمدی ہے محمدی ہے

☆☆☆

# قطعات

واسطہ تجھ کو تری بارگہِ انور کا
نور کی بھیک مجھے اے شہِ والا دیدے
چاند سورج کی تجلّی کا نہیں ہوں طالب
اپنے روضے کا مرے دل کو اجالا دیدے

☆☆

دولتِ زر کا تمنائی نہیں ہے اعجازؔ
جو کبھی ختم نہ ہو دل کو وہ دھڑکن دیدے
تجھ سے کچھ اور نہیں چاہتا مرے معبود
آرزو یہ ہے کہ محبوب کا دامن دیدے

☆☆

جن سے قائم ہے زمانے میں عقیدت کا نشاں
ان کے صدقے میں عقیدت کا قرینہ دیدے
دینے والے دلِ اعجاز کو کچھ دے کہ نہ دے
ہاں مگر اپنی محبت کا قرینہ دیدے

☆☆

اے سخی ابن سخی ساقیِ کوثر لقبی
مئے توحید کے پیمانے کا صدقہ دیدے
روح کی پیاس بجھانے کیلئے آئے ہیں
ہم فقیروں کو بھی میخانے کا صدقہ دیدے

☆☆

بختِ اعجازؔ کو جگا دیجئے
پھول امید کے کھلا دیجئے
گلشنِ دل خزاں رسیدہ ہے
میرے سرکار مُسکرا دیجئے

☆☆

# پوربی زبان میں

پوربی زبان میں بھی کئی نعتیں اور سلام ہیں۔ اس زبان پر بھی ان کی قدرت کا اندازہ کیجیے۔ کیسے اچھے الفاظ میں نبی کریمؐ کی توصیف کی ہے، پڑھنے لائق ہے۔ لفظوں کا انتخاب، ان کی موزونیت، ان کی موسیقیت سب دل موہ لینے والی۔

# سلام

چندا کرے تمکا سلام اے پیارے نبی
تارے گگن لیں تمہرا نام اے پیارے نبی

اک جائے کے لوٹا، ایک ٹکڑے ہوے گا
شمس و قمر تمہرے غلام اے پیارے نبی

کوثر کی جانب ہم ناہیں تکتے!
ہمیں دیہو نین کا جام اے پیارے نبی

اتنی عرض ہے روضے کے آگے
آئے کے ہموں پڑھتے سلام اے پیارے نبی

رحمت کا ساون برسے تو ہم پر!
بھونج دھین پیتا کا کھام اے پیارے نبی

اعجازؔ ہی کی اک بات ہے کیا!
دُنیا کرے تمکا سلام اے پیارے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

# نبی معراج والے

مورا لوٹ لیہین سب راج
تمہیں اب آئے کے راکھو لاج
نبی معراج والے

ہے تمہرے دوارے موری فریاد
بھوا سکھ چین مورا برباد
نبی معراج والے

سورج سے تسلّی ہو نہ سکی
پھولوں سے کلی دل کی نہ کھلی
روضہ کا نظارہ دکھلاؤ
جالی کا اُجالا پھیلاؤ

درشن کو ترس گئے نین
کہاں کی نیند کہاں کا چین
نبی معراج والے

یہ حال مرا توبہ توبہ
فریاد و بکا توبہ توبہ
دل ہار کے غم سے زخمی ہے
صدمات والم سے زخمی ہے

بھئ مسجد اقصیٰ دور
یہودی بیری ہیں سب مسرور
نبی معراج والے

ہیں دوست کے جامے میں دشمن
راہبر کے بھیس میں ہیں رہزن
ایماں کے لٹیرے گھات میں ہیں
ہر سانجھ سویرے گھات میں ہیں

چَو اُور ہے اک جنجال
غریب اُمت کا بُرا ہے حال
نبی معراج والے

احوالِ دلِ برباد سُنو
فریاد سنو فریاد سُنو
حالات کا مارا آیا ہے
لینے کو سہارا آیا ہے

لیے لُطف وکرم کی آس
کھڑا اعجازؔ ہے تمہرے پاس
نبی معراج والے

☆☆☆

اب ہم مولانا موصوف کے نعتیہ کلام کا اختتام ناصر کاظمی کے ان اشعار سے کرتے ہیں۔۔

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
"ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے"

# مولانا موصوف کے تعلق سے مزید کچھ باتیں

عرض کرتا چلوں کہ مولانا محمد سعید اعجاز جن خوبیوں سے متصف تھے، ان کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ نعتیہ وسلامی شاعری کے علاوہ گیتوں اور غزلوں میں بھی انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ طبیعت میں آمد کے باعث وقت وقت پر کبھی نعت، کبھی سلام، کبھی منقبت، کبھی قطعات، کبھی وطنی نظم / گیت اور کبھی غزلیں بھی کہیں ہیں۔ تغزل میں ان کا خاص رنگ تھا۔ ان میں بھی لفظوں کا انتخاب، رکھ رکھاؤ، غنائیت، ترنم اور موسیقت سب کچھ موجود ہوتا۔ اور سب سے بڑی بات ان کے پڑھنے کا انداز۔ غزلیں اور گیت ایسے انداز میں پڑھتے کہ سامعین جھوم اُٹھتے۔ بعض مرتبہ تو ان کے کسی شعر کا دوسرا مصرع کوئی باذوق ان کے پڑھنے سے پہلے دُہرا دیتا۔ یہ ان کی غزل کی سادگی و پرکاری کی عمدہ مثال ہے۔ گیت پڑھنے کے انداز سے سامعین میں ایسا جوش بھر جاتا کہ سارا مجمع تالیوں کی گڑگڑاہٹ سے گونج اٹھتا۔

مولانا محمد سعید اعجاز کے اشعار اور دیگر کلام سے اردو زبان پر ان کی قدرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ محاورات اور روزمرہ کا استعمال اور ساتھ ہی گاہے گاہے فارسی وعربی الفاظ کا بے ساختہ وموزوں ترین استعمال ان کے ذوق ادب اور سلوب فن

کا مظہر ہوتا ہے۔ بحروں کے استعمال میں نغمگی اور موسیقیت کا لحاظ، طرز ادا اور ترنم اس پر مستزاد۔ معنی آفرینی، پیکر تراشی، کئی زبانوں اور بولیوں کی لفظیات کی آمیزش اور ان کا بر محل استعمال ان کے فن کو بلندیوں پر پہنچادیتا ہے۔ غرض کہ مولانا کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے۔ (کامٹی اور اطراف کے مشاعروں نیز نجی محفلوں میں ہم نے ان کے کلام (غزلیہ) کو سنا ہے، اسی بنیاد پر مذکورہ باتیں لکھی گئی ہیں۔)

افسوس کہ ان کے غزلیہ کلام تک ہماری رسائی نہ ہو سکی، اور نہ ہی اُن کے اخلاف کے پاس سے بھی کچھ کلام دستیاب ہوسکا۔ 'کامٹی کی ادبی تاریخ' مطبوعہ بزمِ غالب کامٹی (۱۹۸۲ء) میں ڈاکٹر شرف الدین ساحل نے مولانا محمد سعید اعجاز کے کچھ نمائندہ متفرق اشعار اور رباعیات درج کی ہیں، انھیں ہم یہاں تبرکاً، ان کے شکریے کے ساتھ، نقل کر رہے ہیں۔

☆☆☆

# متفرق اشعار

انقلابات کا میں خود ہی سبب تھا شاید
وقت نے پھر کبھی پلٹا نہ لیا میرے بعد

☆☆

یاد آئے نہ، انھیں میری تباہی کا سبب
اس لیے آئینہ دیکھا نہ گیا میرے بعد

☆☆

بہار آپ کے پیکر کا ایک سایہ ہے
جدھر ہوں آپ خراماں اُدھر بہار چلے

☆☆

کچھ اور اس کے سوا مقصدِ حیات نہیں
یہ چلتی سانس ہے جب تک تو ذکرِ یار چلے

☆☆

وہ ہنس کے پوچھ رہے ہیں سبب تباہی کا
خوشا سوال! جو اپنی جگہ جواب بھی ہے

☆☆

یہ ذوقِ تجسس ہے کہ فیضانِ توجہ
ہر سمت مری چشمِ تمنا نگراں ہے

☆☆

فرصت نہ تھی مسائلِ دوراں کے ذکر کی
اپنی جگہ میں آپ ہی اِک مسئلہ رہا

☆☆

سایۂ گُل میں ذرا آنکھ لگی تھی اعجازؔ
بس وہی خواب بنا دام گرفتاری کا

☆☆

دیکھ رہا ہے حال خرد کا
دیوانہ کیا ہوش میں آئے

☆☆

ترا تصورِ رنگیں ، ترا خیالِ حَسیں
یہی تو ہیں مری رنگینیوں کے افسانے

☆☆

تہمتِ دید کا اِلزام ہے مجھ پر بیجا
میں نے دیکھا ہے تجھے لوگوں کی دیکھا دیکھی

☆☆

ظالم تری تصویر بنانے کا یہ انجام
ہاتھوں کو مصوّر کے قلم دیکھ رہا ہوں

☆☆

سمٹ کر داستانِ زندگانی
تمہارا نام ہوتی جارہی ہے

☆☆

خرامِ ناز کی شہرت نہ پوچھو
صبا گم نام ہوتی جا رہی ہے

☆☆

اِک تیری تمنا نے کچھ ایسا نوازا ہے
مانگی ہی نہیں جاتی اب کوئی دُعا ہم سے

☆☆

میں نے اشکوں کو تبسم میں سمویا اعجازؔ
اور دنیا نے یہ سمجھا کہ میں رنجور نہیں

☆☆

اب بہار آنے کا کوئی راستہ باقی نہیں
گل فروشانِ چمن سارے چمن پر چھا گئے

☆☆

# رباعیاں

اب حیلہ طرازی کا نہ غم دے ساقی
صہبا مجھے ازراہِ کرم دے ساقی
ہوں منتظرِ لطف، دَمِ آخر ہے
اب جام دے لِلّٰہ نہ دَم دے ساقی

☆☆

ہاں چہرۂ جذبات دمک جاتا ہے
شعلہ سا مرے دل میں بھڑک جاتا ہے
یاد آتا ہے جب مجھ کو رُخِ روشن دوست
آئینۂ احساس چمک جاتا ہے

☆☆

رکھ شیشۂ و ساغر کی عنایت پہ نظر
مے خواروں کے جذبات کو پامال نہ کر
ہاں دیکھ یہ ہے رہ گزر مے خانہ
اے گردشِ ایام دبے پاؤں گزر

☆☆

# مولانا محمد سعید اعجاز کی مقبولیت کا

# ایک خصوصی واقعہ

مولانا کی مقبولیت اور ان کی موجودگی کی وجہ سے پروگرام کی یقینی کامیابی کے لیے ذیل میں درج صرف یہ ایک واقعہ ہی قارئین کرام کے لیے کافی ہو گا۔

اس واقعے کے راوی کامٹی کے مشہور شاعر اشفاق نجمی ہیں۔ گفتگو کے دوران انھوں نے یہ واقعہ سنایا۔ اس میں مولانا محمد سعید اعجاز کی عمومی مقبولیت اور عوام میں پذیرائی کے واضح اشارے ملتے ہیں۔ پوری کیفیت ڈرامائی ہے۔ اس موقعے پر نیاز احمد مدارن اور ایک مقامی شخص موجود تھے۔

مولانا سعید اعجاز کو بمبئی کی ایک تقریب میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے ناگپور میں یومِ علیؓ کی نسبت سے طرحی مشاعرے کا اہتمام تھا۔ منتظمین میں سجاد حیدری بھی تھے جو مولانا سعید اعجاز کے معتقد اور زبردست مداح تھے۔ وہ اپنے مشاعرے کی کامیابی کے لیے مولانا صاحب کی شرکت کو انتہائی ضروری سمجھتے تھے۔ حیدری نے اس سے پہلے مولانا صاحب سے کئی بار شرکت کی درخواست کی تھی، لیکن

مولانا صاحب بمبئی کے جلسے کے سلسلے میں وعدہ کر چکے تھے۔ ان کے پاس ریلوے ریزرویشن کا ٹکٹ بھی تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ مولانا صاحب کو بمبئی جانے سے کیسے روکا جائے، حالانکہ مولانا صاحب کے تعلق سے یہ وعدہ خلافی کی بات تھی، لیکن حیدری کے دل میں اپنے پروگرام کو کامیاب بنانا تھا اور یہ کامیابی صرف اور صرف مولانا صاحب کی شرکت کی وجہ سے ملتی۔

انھوں نے ایک ترکیب سوچی۔ کامٹی تھانے کے پی آئی کو مولانا صاحب کے یہاں بھیجا۔ مولانا صاحب اس وقت بمبئی جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ پی آئی سرکاری گاڑی لے کر آئے تھے۔ پی آئی نے انھیں تھانے چلنے کے لیے کہا۔ مولانا صاحب پریشان۔ پی آئی نے کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ صرف تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ تھانے چلیے، میں آپ کو جلد ہی چھوڑ دوں گا۔ اس ناگہانی آفت کی وجہ سے بمبئی ٹرین کا وقت نکل گیا۔ پی آئی نے کہا کہ اب آپ کیا کریں گے۔ آپ سے ملاقات کے بعد اب مجھے کوئی آفیشیل کاروائی نہیں کرنی ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ناگپور چھوڑ دوں یا مشاعرہ والوں سے کہہ کر گاڑی بُلوا لیجیے۔ بہر حال کامٹی سے ہی ناگپور جانے کے لیے گاڑی کا انتظام ہو گیا۔ چونکہ اس پروگرام میں پہلے سے شرکت کا کوئی ارادہ نہیں تھا، اس لیے مولانا صاحب نے اس طرحی مشاعرے کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ بہر حال، گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی تین اشعار کہے۔ مشاعرہ گاہ میں پہنچے تو گویا سارے لوگ آنکھیں بچھائے بیٹھے تھے۔

حضرت مولانا اکبر علی کی زیر سرپرستی اور مولانا ناطق گلاؤ ٹھی کی صدارت میں مشاعرے کی شروعات ہوئی۔ مدعو شعرا کی سماعت کے بعد مولانا اعجاز کی باری آئی۔

مولانا اعجاز نے یہاں کی تقریب میں شرکت کی وجہ سے پہلے سے طے شدہ بمبئی

کی تقریب میں نہ جانے پر اظہار افسوس کیا۔ اور کہا کہ غیر متوقع طور پر یہاں کی شرکت کی وجہ سے طرحی اشعار وقت کی تنگی کی وجہ سے نہ کہہ سکنے پر معذرت کی۔ پھر تین طرحی اشعار سنانے کے بعد اپنی جگہ لینے لگے، تو مجمع سے آواز آئی، حضرت! غیر طرحی اشعار ہی سنا دیجیے۔ پھر کیا، اللہ دے اور بندہ لے۔ کئی غزلیں پے بہ پے اپنے مخصوص، بدلتے ترنم کے ساتھ سنادیں۔ سارا مجمع تحسین کی آوازوں سے گونج اُٹھا۔ اعجاز بھی کامیاب رہے، اور مومن پورہ کا یہ مشاعرہ بھی کامیابی سے ہم کنار رہا۔

اختتام کے بعد سجاد حیدری نے انتہائی معذرت کے انداز میں اعجاز سے کہا، آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں آپ کے مداحوں میں سے ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کی شرکت کی وجہ سے مشاعرے میں جان آجائے گی۔ آپ کو بمبئی جانے سے روکنے کے لیے کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کامٹی کا پی آئی یہاں مومن پور میں تعنیات رہ چکا تھا۔ میرے اس سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ میں نے اس سے اس مسئلے کا حل پوچھا، تو اس نے کہا، فکر مت کرو، میں اعجاز صاحب کو خوش تدبیری سے اِس مشاعرے میں شرکت کے لیے راضی کرلوں گا۔ اعجاز نے کہا میاں! اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھ جیسے شریف انسان کے گھر اگر پولیس آفیسر آئے تو سبکی کی بات ہوتی ہے۔ ہم کوئی کرمنل تو ہیں نہیں۔ اسے دیکھ کر میری تو حالت غیر ہوگئی۔ خیر جیسے تیسے یہاں پہنچے۔ میاں! میں جانتا ہوں آپ مجھ سے از حد محبت کرتے ہیں، میرے متعقد اور مداح بھی ہیں، لیکن اس طرح کے ہتھکنڈے اپنانا ٹھیک نہیں ہے۔ دوسروں کی عزت کا بھی پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔

بڑے بڑے مشاعروں، دینی تقریبات کی اہمیت اپنی جگہ، ”لیکن دولت شعر وسخن تو عطائے غیب ہے، جو صحیح معنوں میں اوصافِ حمیدہ رکھنے والوں ہی کے حصے میں آتی ہے۔ البتہ توسیع زبان یا وقت کی دیگر قدریں اسے نکھارنے میں ضرور معاون ہوتی

ہیں۔" ان کی ایک اور خوبی کا ذکر ضروری ہے۔ انھیں علم مجلسی کی جو سوغات ملی ہے۔ اس سے بقول ان کے ؂

خامشی سنور گئی، گفتگو نکھر گئی

☆☆☆

# وفات

کہا جاتا ہے کہ بعض شخصیتوں کے لیے تذکرہ درکار ہوتا ہے، اور بعض شخصیتیں خود ایک تذکرہ ہوتی ہیں۔ مولانا محمد سعید اعجاز کی شخصیت بھی ان میں سے ایک ہے۔ افسوس کہ ملاڈ، بمبئی میں ۲۳؍ دسمبر ۱۹۹۶ء کو ان کی وفات ہوئی۔ اور ان کے مولد کامٹی (ضلع ناگپور) میں ۲۴؍ دسمبر ۱۹۹۶ء کو مسلم قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

کیا مسلم، کیا غیر مسلم، جنازے میں شریک عوام کی اتنی کثیر تعداد، اس قرب وجوار نے کم ہی دیکھی ہوگی۔ مولانا کی مقبولیت، محبوبیت اور ہر دل عزیزی کا یہ بیّن ثبوت تھا۔ مولانا کی رحلت نے ہر دل کو غم زدہ اور ہر آنکھ کو پرنم کر دیا تھا۔ اہل کامٹی نے دُکھی دل سے اپنے اس فرزند دلبند کو سپرد خاک کیا۔ ع

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مرحوم کی وفاتِ حسرت آیات پر کامٹی کے مشہور شاعر ایم یونس افسرؔ نے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے کہ وہ سب کی ترجمانی بن گیا ہے۔ ان کے کلام کے چند منتخب بند یہاں نقل کیے جارہے ہیں۔

# آہ نشترِ غم

۱۹۹۶ء

فصیح اللسان حضرت مولانا الحاج حافظ و قاری جناب

**محمد سعید اعجاز کامٹوی**

کے

سانحہ ارتحال پر

وہ حافظ وہ قاری وہ شیریں بیاں تھے
سخنور تھے، عالم تھے، اہل زباں تھے
بڑی خوبیاں تھیں بڑے ذی فشاں تھے

خطابت کا ہر قدرداں رو رہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رو رہا ہے

چلاگھر سے جس دم جلوسِ جنازہ
محمد علی گنج میں مجمع تھا ایسا
نہ منظر کبھی ایسا آنکھوں نے دیکھا

مکیں رو رہے ہیں مکاں رو رہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رو رہا ہے

منور تھا دل ان کا حب نبی سے
تعلق تھا گہرا اسی روشنی سے
محبت سے ملتے تھے یہ ہر کسی سے

غم و رنج سے اک جہاں رورہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رورہا ہے

شبینے میں کرتے تھے ایسی تلاوت
دلوں کو بھی محسوس ہوتی تھی راحت
تھی سب کے دلوں میں بڑی ان کی عظمت

ہر اہل سخن نکتہ داں رورہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رورہا ہے

یہ بزم سخن میں رہے میر محفل
ستاروں میں جیسے تھے یہ ماہ کامل
سخن گوئی میں بھی مہارت تھی حاصل

کہ شعرو سخن کا جہاں رورہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رورہا ہے

حقیقت میں ہے یہ عقیدت کی خوشبو
دعا ہے ملے ایسی جنت کی خوشبو
رسول خدا کی محبت کی خوشبو

یوں رونے کو پیر وجواں رورہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رورہا ہے

یہ شعبان گیارہ یہ تیئیس دسمبر
چھیانوٓ کا یہ سال ہے غم کا مظہر
بہت غمزدہ آج ہے قلب افسرؔ

سنا کر جو یہ داستاں رورہا ہے
ترے غم میں ہندوستاں رورہا ہے
-- از ایم یونس افسرؔ، کامٹی

# صاحبِ کتاب کا مختصر تعارف

(یہ مختصر تعارف مصنفِ محترم نے جیسا بتایا، کچھ اُن کے، کچھ میرے لفظوں میں)

بزرگوارِ محترم محمد حفظ الرحمن کی پیدائش کامٹی (ضلع ناگ پور) کے محلہ وارث پورہ میں ایک نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ والد محمد سلیمان سلیم، والدہ شاہدہ بی۔

بچپن سے لکھنے پڑھنے کا شوق۔ گھر کے سامنے انجمن اصلاح الانصار پبلک لائبریری تھی، وہیں پر ان کا زیادہ وقت گزرتا۔ مطالعے کا زبردست شوق تھا۔ نصابی کتابوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر لکھی کتابیں پڑھتے۔

ایم۔ ایم ربانی ہائی اسکول سے گیارھویں میٹرک 1958ء میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے بعد کامرس کی ڈگری کے لیے ناگپور کے گووندرام سکسیریا کالج آف کامرس اینڈ اکانومکس (جی ایس کامرس کالج) میں داخلہ لیا۔ گریجویشن کے بعد پوسٹ گریجویشن کیا۔ ربانی ہائی اسکول میں ۱۹۶۵ء میں تدریسی پیشہ سے وابستہ ہوئے۔ ملازمت کے دوران پیشہ ورانہ ڈگری ناگپور یونی ورسٹی کے بی ایڈ کالج سے حاصل کی۔ اس کے بعد ہندی ساہتیہ میں بی اے کیا۔ اردو اور ہندی میں یکساں طور پر لکھتے ہیں۔ انگریزی زبان پر بھی اچھی پکڑ ہے۔

دورانِ گفتگو مصنف محترم نے فرمایا کہ ڈاکٹر مومن محی الدین نے ۱۹۹۶ء میں شائع شدہ اپنی کتاب انصار برادری کی تہذیبی تاریخ میں خاکسار کے تعلق سے لکھا ہے کہ

"پس پردہ خدمت کرتے رہتے ہیں۔ آپ اعلیٰ علمی وادبی ذوق رکھتے ہیں۔ کامٹی کی ادبی سرگرمیوں کے روحِ رواں ہیں۔ بڑے عمدہ خطاط اور تزئین کار ہیں۔"

اسی طرح ڈاکٹر شرف الدین ساحل کی کتاب کامٹی ادبی تاریخ (۱۹۸۲ء) کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے اس ناچیز کے بارے میں لکھا ہے کہ

"ادبی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ ادب اور شعر کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ تعلیمی موضوعات پر ان کے کئی مضامین 'المعلّم' (اورنگ آباد) میں شائع ہوئے ہیں۔"

موصوف محترم نے اسکول کے زمانے میں مشہور ماہر امراض قلب (کارڈیولاجسٹ) کے اعزاز میں یادگاری مجلہ 'نذرِ خلیل اللہ' شائع کیا۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری کے اداریوں کا مجموعہ 'کانٹوں کی زبان' کے شریک مرتب رہے ہیں۔ اسے بزم غالب کامٹی نے شائع کیا۔ اس کا اجراء دہلی میں اندر کمار گجرال کے ہاتھوں ہوا۔ یہ بعد میں ہندوستان کے وزیر اعظم بنے۔

حال ہی میں ڈاکٹر مدحت الاختر کے منتخب کلام کو دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا ہے۔ کتاب کا نام ہے 'لکیریں'۔ نوئیڈا کے پبلشر Any Book نے اسے شائع کیا ہے۔

کامٹی کے سابق ایم ایل اے شری یادوراؤ بھویر اور جناب ایس۔ کیو۔ زماں کی قیادت میں بحیثیت کو۔ کنوینر 'انڈو۔ پاک مشاعرہ' کے کامیاب انعقاد اور جناب ایس۔ کیو۔ زماں کے ناگپور سے جاری کردہ 'نیا اردو سماچار' میں ادارتی اور دیگر ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دینے میں مصنفِ محترم برسوں یاد کیے جائیں گے۔

زیرِ نظر کتاب مولانا محمد سعید اعجاز کامٹوی کی شخصیت کے ان پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے جن کے باعث انھیں مقبولیت حاصل ہوئی، جیسے فنِّ خطابت، علمی وادبی بصیرت، شاعری اور خاص طور پر نعتیہ شاعری وغیرہ۔ مصنفِ محترم کے بقول جو مطبوعہ کلام ملا، اسے تحفظ کے نقطۂ نظر سے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا گیا۔ امید ہے مولانا صاحب کے تعلق سے اس کوشش کو باذوق قارئین پسند فرمائیں گے۔

محمد عامر آفاق

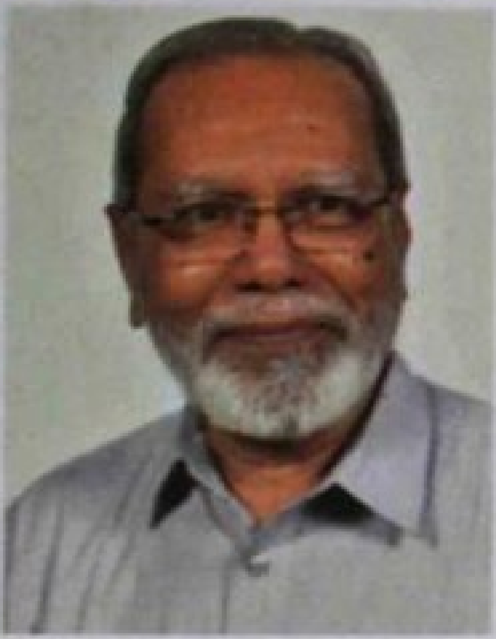
۲۶؍ جنوری ۲۰۱۹ء

☆☆☆

# MAULANA MOHAMMAD SAYEED EJAZ KAMTVI

## Shakhsiyat Ke Chand Pahloo Aur Natiya Kalam

**By *Mohammad Hifzur Rahman***



### صاحبِ کتاب کا مختصر تعارف

(یہ مختصر تعارف مصنفِ محترم نے جیسا بتایا کچھ ان کے کچھ میرے لفظوں میں)

بزرگوارِ محترم محمد حفظ الرحمن کی پیدائش کامٹی (ضلع ناگ پور) کے محلہ وارث پورہ میں ایک نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ والد محمد سلیمان سلیم، والدہ شاہدہ بی۔ بچپن سے لکھنے پڑھنے کا شوق۔ گھر کے سامنے انجمن اصلاح الانصار پبلک لائبریری تھی، وہیں پر ان کا زیادہ وقت گزرتا۔ مطالعے کا زبردست شوق تھا۔ نصابی کتابوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر لکھی کتابیں پڑھتے۔

ایم۔ ایم ربانی ہائی اسکول سے گیارھویں میٹرک ۱۹۵۸ء میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کرنے کے بعد کامرس کی ڈگری کے لیے ناگپور کے گووندرام سکسیریا کالج آف کامرس اینڈ اکانومکس (جی ایس کامرس کالج) میں داخلہ لیا۔ گریجویشن کے بعد پوسٹ گریجویشن کیا۔ ربانی ہائی اسکول میں ۱۹۶۵ء میں تدریسی پیشہ سے وابستہ ہوئے۔ ملازمت کے دوران پیشہ ورانہ ڈگری ناگپور یونی ورسٹی کے بی ایڈ کالج سے حاصل کی۔ اس کے بعد ہندی ساہتیہ میں بی اے کیا۔ اردو اور ہندی میں یکساں طور پر لکھتے ہیں۔ انگریزی زبان پر بھی اچھی پکڑ ہے۔

ڈاکٹر ظ۔ انصاری کے اداریوں کا مجموعہ 'کانٹوں کی زبان' کے شریک مرتب رہے ہیں۔ اسے بزمِ غالب کامٹی نے شائع کیا۔ اس کا اجرا دہلی میں اندر کمار گجرال کے ہاتھوں ہوا۔ یہ بعد میں ہندوستان کے وزیر اعظم بنے۔

حال ہی میں ڈاکٹر مدحت الاختر کے منتخب کلام کو دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا ہے۔ کتاب کا نام ہے 'لکیریں'۔ نوئیڈا کے پبلشر Any Book نے اسے شائع کیا ہے۔

کامٹی کے سابق ایم ایل اے شری یادو راؤ بھویر اور جناب ایس۔ کیو۔ زماں کی قیادت میں بحیثیت کو۔ کنوینر 'انڈو۔ پاک مشاعرہ' کے کامیاب انعقاد اور جناب ایس۔ کیو۔ زماں کے ناگپور سے جاری کردہ 'نیا اردو سماچار' میں ادارتی اور دیگر ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دینے میں مصنفِ محترم برسوں یاد کیے جائیں گے۔

زیرِ نظر کتاب مولانا محمد سعید اعجازؔ کامٹوی کی شخصیت کے ان پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے جن کے باعث انھیں مقبولیت حاصل ہوئی، جیسے فنِ خطابت، علمی و ادبی بصیرت، شاعری اور خاص طور پر نعتیہ شاعری وغیرہ۔ مصنفِ محترم کے بقول جو مطبوعہ کلام ملا، اسے تحفظ کے نقطۂ نظر سے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا گیا۔ امید ہے مولانا صاحب کے تعلق سے اس کوشش کو باذوق قارئین پسند فرمائیں گے۔

۲۶ر جنوری ۲۰۱۹ء

محمد عامر آفاق


**ALFAZ PUBLICATION**

A Unit of VMMRDES

(Govt. of Maharashtra Regd. No. 1852300311564012 )

Phutana Oli, Kamptee - 441001 Dist. Nagpur Mob.: 7721877941

9 789388 093170

₹ 106/-